ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

ڈاکٹر رانی بیگم
پوسٹ ڈاکٹریٹ فیلو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، اسلام آباد۔

رومانویت اور اقبال

Dr. Rani Begum*
Postdoctoral Fellow (2024-2025), International Islamic University, Islamic Research Institute, Islamabad.
***Corresponding Author:**

Romanticism and Iqbal

This study explores the distinctive manifestation of Romanticism in the poetry of Allama Iqbal. Romanticism, a literary movement originating in eighteenth-century Europe, emphasizes emotion, imagination, spiritual quest, aesthetic appreciation of nature, and individual freedom over rigid rationality and classical conventions. In Urdu literature, Romanticism emerged as a reaction to realism and classical norms, focusing on internal human experiences rather than merely external reality. Iqbal’s early poetry, particularly in Bang-e-Dra, reflects quintessential Romantic traits such as vivid depictions of nature, deep emotional engagement, imaginative flights, and a reverence for the past. However, Iqbal integrates these elements with philosophical insight, spiritual consciousness, and socio-political activism. His poetry elevates the concept of selfhood (khudi), love, and active engagement with the world, transforming Romantic sensibilities into a vehicle for moral, spiritual, and national rejuvenation. This study also highlights how Iqbal adapts Romantic ideals to an Islamic and Eastern worldview. His Romanticism inspires ethical action, personal growth, and collective awakening. By blending internal emotional depth with external purpose, Iqbal’s poetry presents a unique synthesis of Romanticism, spirituality, and intellectual rigor, making it a pivotal chapter in the evolution of Urdu literature.

Key Words: *Romanticism, Iqbal, Urdu literature, Nature, Imagination, Spirituality, Freedom, National Awakening.*

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

ماخذ تحقیقی مجلہ

ادب انسانی زندگی کا آئینہ دار ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں تخلیق شدہ ادب انسانی جذبات اور خیالات کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے۔ ادب کے ذریعے ہر زمانے، ہر خطے اور ہر قوم کے ادیب صدیوں سے اپنا فکری سرمایہ اپنی زبان میں محفوظ کرنے کا عمل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ بحیثیت مجموعی ادب کسی بھی قوم کے تمدن، ثقافت، رجحانات اور تاریخ کا محفوظ ترین تحریری ریکارڈ ہوتا ہے۔ ادب کے ارتقائی جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ادب میں وقت کے ساتھ ساتھ کئی تحریکوں اور رجحانات نے جنم لیا جن کے اثرات نے ادب کو نئی جہتیں عطا کیں اور اس کے دامن کو وسیع تر کیا۔ ان تحریکوں میں رومانویت ادب کی وہ تحریک ہے جس نے خارجی عوامل کے بجائے انسان کی داخلی کیفیات و احساسات، فطرت پسندی، روحانی جستجو، جمالیات، تخیل اور وجدان کو اظہار کا وسیلہ بنایا۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں دنیا بھر میں رومانویت نے مختلف صورتوں میں ادبی، فکری اور جمالیاتی رجحانات کو متاثر کیا۔

رومانیت کا لفظ رومان اور رومانس سے اخذ کیا گیا ہے۔ رومان میں نسوانی حسن کی دلفریبی، فطرت کی دلکشی اور جمال بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور رومانس میں فرضی قصے بیان کیے جاتے ہیں، جن میں کسی ہیرو کے مافوق الفطرت کارنامے بیان ہوتے ہیں۔ یوں رومان اور رومانس سے رومانیت کی بنیاد قائم ہوئی۔ بعد میں یہ لفظ ادبی اصطلاح کی صورت اختیار کر گیا اور رومانیت کا استعمال ایسی تحریر کے لیے ہونے لگا جس میں معاملاتِ عشق اور تصوراتی کہانیوں کا بیان ہو اور مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہو۔ تصورات کے علاوہ رومانیت میں جذبات و احساسات کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ محمد حسن اپنی کتاب "اردو ادب میں رومانوی تحریک" میں لکھتے ہیں:

> "رومان کا لفظ "رومانس" سے نکلا ہے اور رومانس زبانوں میں اس قسم کی کہانیوں پر اس کا اطلاق ہوتا تھا جو انتہائی آراستہ اور پر شکوہ پس منظر کے ساتھ عشق و محبت کی ایسی داستانیں سناتی تھیں جو عام طور پر دورِ وسطیٰ کے جنگجو اور خطر پسند نوجوانوں کے مہمات سے متعلق ہوتی تھیں" (۱)

تاہم رومانیت کا مفہوم محض عشق و محبت اور فرضی قصوں تک محدود نہیں بلکہ یہ اصطلاح اپنے اندر بڑی وسعت رکھتی ہے۔ رومانویت، کلاسیکیت اور حقیقت نگاری کی ضد ہے۔ کلاسیکیت اور حقیقت نگاری کا مطلب یہ ہے کہ کلاسیکی دور میں ادب میں جو پیمانے بنائے گئے، جو سانچے اور قواعد مقرر کیے گئے، رومانوی فنکار ان سے انکار کرتا ہے اور ان کی پابندی لازمی نہیں سمجھتا اور وہ حقیقت کے بجائے خیالی قلعے تعمیر کرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ اس حوالے سے محمد حسن لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

"کلاسیکیت، عقلیت کا نشان تھی، اصول پرستی اور ترتیب کی قائل تھی، اس نے زندگی اور اس کے حسن کو چند گنے چنے محدود دائروں میں اسیر کر لیا تھا۔ اس کی پرواز محدود تھی اور اس کی فکر اعتدال اور میانہ روی کو کسی لمحے ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھی۔ لہٰذا عقلیت، اصول پرستی، تقلید اور میانہ روی کلاسیکیت کی بنیادی قدریں بن گئیں۔ رومانویت اس اصول پرستی، عقلیت اور میانہ روی کے خلاف صاعقہ بردوش بغاوت ہے" (۲)

رومانویت میں حقیقت و واقعیت، سائنسی حقائق اور منطقی استدلال کے بجائے جذبے اور تخیل کو ترجیح حاصل ہے۔ اس لحاظ سے جذبے اور تخیل کی بنیاد پر جو ادب تخلیق کیا جائے وہ رومانوی ادب کہلاتا ہے۔ رومانویت کو ہم ایک کیفیت بھی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی ایسی تحریر جو قاری پر ایک ایسی کیفیت طاری کر دے کہ وہ اپنے گرد و پیش کو بھول کر تخیل کی دنیا میں پہنچ جائے۔ جب ادیب ارد گرد کے حالات کو فراموش کر کے ان سے فرار اختیار کرتا ہے اور خوابوں و خیالوں کی حسین وادی میں پہنچ جاتا ہے اور اپنی تحریر کے ذریعے قاری کو بھی اس حسین و دلکش وادی میں پہنچا دیتا ہے تو یہ رومانیت یا رومانٹسزم ہے۔ رومانویت میں حقیقت کی دنیا کے بجائے خوابوں اور خیالوں کی دنیا کو پیش کیا جاتا ہے جو حقیقت کی دنیا سے کئی زیادہ خوبصورت اور دلکش ہوتی ہے۔

مہم جوئی، مافوق الفطرت عناصر اور حیرت انگیز واقعات پر مشتمل قصے اور واقعات بیان کرنا بھی رومانویت کا عنصر ہے۔ جن چیزوں کو ہم چھو سکتے ہیں یا دیکھ سکتے ہیں اور حواس خمسہ کی گرفت میں آتی ہیں وہ فطری چیزیں ہوتی ہیں لیکن جو چیزیں ہمارے حواس کی گرفت سے باہر ہیں وہ مافوق الفطرت ہیں جیسے جن، پریاں، دیو وغیرہ اور اگر کوئی فنکار ایسے قصے یا واقعات بیان کرے جو مہم جوئی پر مشتمل ہوں اور جن کے کردار بڑے بڑے کارنامے یا مہمات سر انجام دیں جن میں دیو یا پریاں ہوں یا حیرت انگیز واقعات ہوں تو یہ رومانویت ہے جیسے اردو داستانوں میں عموماً پیش کیا جاتا تھا۔ حسن پرستی بھی رومانیت کا ایک اہم عنصر ہے رومانوی ادیب حسن سے بہت جلدی متاثر ہوتا ہے۔ اس کی جمالیاتی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ وہ انسانی حسن کے علاوہ فطری مناظر کے حسن میں دلچسپی لیتا ہے اور فطری حسن کو رومانوی انداز میں پیش کرتا ہے۔ رومانویت کا ایک اور اہم عنصر ماضی سے شدید محبت اور ناسٹلجیا کی کیفیت ہے۔ جذباتی انداز میں ماضی کی باتوں کا ذکر کرنا یا ماضی کی یادیں بیان کرنا رومانویت ہے۔ رومانوی ادیب حال اور مستقبل کے بجائے ماضی سے گہری وابستگی رکھتا ہے اور ماضی کے قصے دہراتا رہتا ہے۔ اس حوالے سے محمد حسن لکھتے ہیں:

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

"رومانوی ادیب نے کلاسیکیت کے توازن اور میانہ روی کے برعکس انتہا پسندی اور جذبات کی فراوانی پر زور دیا۔ اسے جذبۂ بیباک سے عشق ہے، اس کا آدرش توازن اور زندگی سے سمجھوتہ کرنا نہیں جانتا، وہ میانہ روی سے بیزار ہے اور طاقت اور عظمت اس کے محبوب موضوع ہیں۔ طاقت اور عظمت کا جو تصور اس کی تصانیف میں ملتا ہے وہ بے پروا اور سماجی قیود کو روند ڈالنے والے ہیرو کا تصور ہے جو کبھی رند، کبھی مشکک، کبھی باغی مجاہد اور کبھی عاشق لا ابالی کی شکل میں سامنے آتا ہے، کبھی ازمنۂ گزشتہ کی شان و شوکت کی تاریخ کی طرف مراجعت کرتا ہے اور کبھی خیالی دنیا بسا کر صنوبر کے سایوں میں حسن و محبت کے گیت چھیڑتا ہے"[۳]

رومانویت کا آغاز مغرب سے ہوا۔ یورپ اور امریکہ میں انیسویں صدی کے اوائل میں رومانویت کا آغاز ہوا اور ادیبوں نے کلاسیکت سے بغاوت کر کے رومانویت کا علم بلند کیا۔ انھوں نے فرانسیسی ادیب اور مفکر روسوؔ کے اس قول کو اپنا رہنما بنایا "انسان آزاد پیدا ہوا ہے مگر جہاں دیکھو وہ پابہ زنجیر ہے"۔[۴]

روسوؔ نے انسان کی آزادی کا نعرہ بلند کیا اور ایک نئے دور کا آغاز کیا جس کا انسان اصولوں اور ضابطوں کا پابند نہیں بلکہ آزاد ہے۔ لیکن روسوؔ کا اصل میدان سیاست اور عمرانیات تھا۔ ادب میں کلاسیکیت کے خلاف جدید رجحانات کی ابتدا بعد کے ادیبوں نے کی۔

مغرب میں رومانویت کی بات کریں تو انگلستان میں بڑے ادیب اور رومانوی شاعر پیدا ہوئے جن میں ولیم بلیک، کولرج، ورڈزورتھ، جان کیٹس، لارڈ بائرن اور پرسی شیلے قابل ذکر ہیں۔ کولرج اور ورڈزورتھ نے ۱۷۹۸ میں ایک مجموعہ "لیریکل بیلڈز" کے نام سے مرتب کیا جو نظموں کا مجموعہ تھا۔ کہا جاتا ہے اسی سے انگریزی شاعری میں باقاعدہ رومانویت کا آغاز ہوا۔

امریکہ میں رومانویت کے سلسلے میں سب سے بڑا نام ایڈگر ایلن پو کا ہے۔ یہ شاعر اور افسانہ نگار تھا۔ فرانس میں سب سے بڑا نام وکٹر ہیوگو کا ہے جو شاعر، ڈراما نگار اور ناول نگار تھا۔ روس میں رومانویت کے حوالے سے سب سے بڑا نام الیگزینڈر پشکن کا ہے جو شاعر ڈراما نگار، افسانہ نگار اور ناول نگار تھا۔ اس کے بعد انگریزی ادب میں ایک اور اہم نام والٹر سکاٹ کا ہے جس کا تعلق سکاٹ لینڈ سے تھا۔ وہ مؤرخ، قانون دان، ڈراما نگار، تاریخی ناول نگار اور شاعر تھا۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32
ماخذ تحقیقی مجلہ

اردو میں رومانوی تحریک مغربی ادب کے زیرِ اثر آئی۔ اردو ادب میں رومانیت سے وابستہ ادیبوں نے محبت، انسان دوستی، ماضی پرستی، فطرت پسندی، آزادی اور انسانی خیالات و تصورات کو پروان چڑھایا اور خارجیت کے بجائے داخلیت کو اولیت دی۔ ان ادیبوں نے اپنے رومانوی خیالات کے ذریعے انسان کو ایک الگ دنیا سے روشناس کیا۔ انھوں نے نہ صرف خیال، ہیئت اور زبان کا روایتی ڈھانچہ تبدیل کیا بلکہ قاری کو ایک نئی تخیلاتی دنیا کی سیر کرائی جو حقیقت کی دنیا سے زیادہ پرکشش اور دلفریب تھی۔ حقانی القاسمی اپنے مضمون "مغربی دریچے سے رومانوی ہوائیں" میں لکھتے ہیں:

"خارجیت کے بجائے داخلیت پر مرکوز اس تحریک نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ فطرت اور ماضی کی طرف مراجعت، حقیقت سے زیادہ حسین دنیا کی تلاش نے فنکاروں کو سحر زدہ کر دیا۔ دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح اردو نے بھی اس رومانی تحریک کا گہرا اثر قبول کیا اور بہت سے تخلیق کار اس رومانی سلسلہ سے جڑتے گئے۔ "(۵)

اردو میں رومانوی تحریک کا آغاز انیسویں صدی کے آخر میں ہوا لیکن اسے فروغ بیسویں صدی میں حاصل ہوا۔ اس کا آغاز سرسید کی اصلاحی تحریک کے ردعمل کے طور پر اس وقت ہوا جب بعض اردو ادیبوں نے سرسید تحریک کی عقلیت، حقیقت نگاری اور مقصدیت کی مخالفت کی اور اپنی تحریروں میں تخیل اور جذبات نگاری پر زور دیا۔ ان ادیبوں میں ابوالکلام آزاد کے علاوہ محمد حسین آزادؔ، عبدالحلیم شررؔ، سجاد حیدر یلدرم، نیاز فتح پوری، حجاب امتیاز علی ،مجنوں گورکھپوری اور قاضی عبدالغفار کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شیخ عبدالقادر کے رسالہ " مخزن " (۱۹۰۱) نے اس تحریک کو مزید تقویت بخشی اور اس وقت کے رومانوی ادیبوں کو اپنے خیالات کے اظہار کا بھرپور موقع فراہم کیا۔

رومانیت کا اثر نہ صرف اردو نثر پر ہوا بلکہ اردو شاعری بھی اس سے متاثر ہوئی۔ اردو شعرا میں اختر شیرانی، جوشؔ ملیح آبادی، احسان دانش اور محمد دین تاثیر وغیرہ نے اپنے منفرد رومانوی انداز اور اسلوب سے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ لیکن جس شاعر نے رومانیت کو روایتی عشق و محبت کے موضوعات سے نکال کر اس کا تعلق روحانیت، عظمتِ انسان، حب الوطنی، حسنِ فطرت اور اعلیٰ نصب العین کے حصول سے جوڑا، وہ اقبال ہے۔ ان کے ہاں رومانیت کا معیار سب سے نمایاں اور منفرد ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

ماخذ تحقیقی مجلہ

اقبال کا عہد ایک فکری و تہذیبی بحران کا عہد تھا، جس میں مشرقی و مغربی تصورات کا تصادم نمایاں تھا۔اقبال نے اگرچہ فلسفیانہ فکر اور عملی اصلاح کی دعوت دی، مگر ان کی شاعری میں رومانوی جذبہ و احساس، فطرت کی جمالیات، عشق، اور فرد کی آزادی کے عناصر پوری شدت سے موجود ہیں۔

اقبال کی شاعری کا آغاز ہی رومانویت سے ہوا۔ ان کی ابتدائی نظموں میں فطرت کے حسین مناظر، قومی و ملی جذبات اور جمالیاتی احساسات

موجود ہیں ۔ اقبال کے پہلے اردو مجموعہ "بانگِ درا" کی نظمیں "ہمالہ" اور "نالۂ یتیم" جمالیاتی رومانی عناصر کی بہترین مثالیں ہیں۔ مغربی ادب کے مطالعہ اور رومانوی تحریک کے علمبردار رسالہ "مخزن" نے اقبال کی فکر پر واضح اثر ڈالا، اورانھوں نے رومانیت کو اپنے جذبات کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ مخزن کے پہلے شمارے میں اقبال کی پہلی طبع نظم " ہمالہ " رومانوی افکار کی بہترین مثال ہے ۔ تاہم " ہمالہ " کے علاوہ " مخزن " میں چھپنے والی اقبال کی دیگر نظموں مثلاً ابر کہسار، جگنو، شمع و پروانہ ،ایک آرزو، صبح کا ستارہ وغیرہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال کے ہاں ابتدا میں رومانیت کے خارجی عوامل نسبتاً زیادہ نمایاں تھے۔ انور سدید اپنے مقالہ "اردو ادب کی چند فکری تحریکیں" میں لکھتے ہیں۔

> "مخزن کی رومانوی لطافت نے اقبال پر بڑا واضح اثر ڈالا چنانچہ ان کی ابتدائی شاعری صرف آرزؤں اور تمناؤں کی شاعری ہے وہ ندی نالوں کے خروش میں لطافت محسوس کرتے پہاڑوں کی بلندی انہیں زمین سے بلند ہو کر ستاروں سے ہم کلام ہونے کی دعوتی دیتی۔ بلبلوں کے نغموں اور قمریوں کے زمزموں میں انہیں لحنِ داودی جاگتا ہوا محسوس ہوتا اور شام کے ملگجے دھندلکوں میں انہیں سکون ابدی نظر آتا"۔[۲]

اقبال نے کائنات کے فطری حسن کو اپنے کلام میں اس انداز سے اجاگر کیا ہے کہ اگر ان کی شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو حیات و کائنات کے بہت سے سربستہ راز کھل کر سامنے آجاتے ہیں ۔ اپنی پہلی ہی نظم ”ہمالہ“ میں اقبال نے تشبیہات و استعارات کی مدد فطرت کے حسین مناظر کی تصویر کشی کرنے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کی شاعری بھی کی ہے ۔ مثلاً ایک شعر میں پہاڑ کی بلندی سے نیچے آتی ندیوں کی نہ صرف خوبصورت منظر کشی کی ہے بلکہ ان ندیوں کو جنّت کی ندیوں کوثر و تسنیم سے بہتر قرار دیا ہے اور ان ندیوں سے نکلنے والی آواز کو موسیقی سے تعبیر کیا ہے۔ پھر اسی نظم کے ایک اور شعر میں صبح کی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے اور ان کے اثر سے کلیوں پر جو کیفیت پیدا

ماخذ تحقیقی مجلّہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

ہوتی ہے اس کو انتہائی شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے کہ صبح کی ٹھنڈی ہواؤں نے کلیوں پر ایسا اثر ڈالا کہ زندگی کے نشے میں ہر پھول کی کلی جھومتی ہوئی نظر آ رہی ہے۔

آتی ہے ندّی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی
جنبش موجِ نسیمِ صبح گہوارہ بنی
جھومتی ہے نشّہ ہستی میں ہر گل کی کلی (۷)

بانگِ درا کی باقی نظمیں مثلاً پرندے کی فریاد، ایک آرزو، ماہ نو، نالۂ فراق، طفلِ شیر خوار، موج دریا، بچہ اور شمع، چاند، صبح کا ستارہ، جگنو، ابر، ایک پرندہ اور جگنو، کنار راوی، روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے، شعاع آفتاب، ابرِ کوہسار، تسخیر فطرتِ، شاعر، حقیقت حسن، چاند اور تارے، شبنم اور ستارے، نمود صبح، پھول، چاند، اور لالہ صحرا وغیرہ بھی اقبال کے ہاں فطرت نگاری کی عمدہ مثالیں ہیں۔ اقبال نے ان نظموں کے ذریعے نہ صرف اپنا مافی الضمیر خوبی سے ادا کیا بلکہ فطرت کے حسن کو بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

> اقبال کا ایک بنیادی وصف یہ ہے کہ وہ خالصتاً فطرت کے شاعر ہیں۔ ان کے ہاں فطرت کی متنوع جہتیں ارضی و سماوی رفعتوں کو چھو کر وسعتوں کے نئے در وا کرتی ہیں۔ انھوں نے شاعری کا حق ادا کرتے ہوئے کائنات کو اس طرح اپنی شاعری میں سمویا ہے کہ صرف ان کی شاعری کا مطالعہ بھی کیا جائے تو کائنات کے بہت سے سربستہ راز کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔(۸)

اقبال کے ابتدائی دور کی شاعری میں فطرت کے کئی حسین مرقعے ملتے ہیں لیکن وقت کے ساتھ اقبال کی شاعری جیسے جیسے ارتقا کے منازل طے کرتی گئی ان کا ذہن حسن فطرت سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اس خوب صورت کائنات کے سربستہ رازوں کی جستجو کی طرف مائل ہو گیا انہوں نے دیگر شعرا کی طرح روایتی انداز میں فطرت کا خاموش بیانیہ مرتب نہیں کیا بلکہ ان کے ہاں فطرت کا حسن جاندار اور پوری کائنات میں سانس لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ نظم "سلیمیٰ" سے اس کی مثال ملاحظہ کیجیے:

چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

جس کی چمک ہے پیدا جس کی مہک ہویدا
شبنم کے موتیوں میں، پھولوں کے پیرہن میں (۹)

اقبال کی شاعری اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ مظاہر فطرت کا مشاہدہ کرتے اور ان کو سمجھنے کی کوشش کرتے ۔پھر اس سے اخذ کردہ پیغام قاری تک پہنچادیا کرتے تھے۔اپنی ایک نظم میں موسمِ خزاں میں شجر سے ٹوٹ جانے والی شاخ کا حوالہ دیتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ ایک بار شاخ سے ٹوٹ جانے کے بعد موسم بہار میں بھی یہ ہری نہیں ہوسکتی اور خزاں کی رُت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔بالکل اسی طرح پانی کی موج بھی دریا کے اندر ہی موج رہتی ہے اور باہر کوئی شناخت اور وجود نہیں رکھتی۔چنانچہ وہ مسلمانوں کو ملت کے ساتھ جڑے رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں (۱۰)

اردو زبان میں بلاشبہ ایسے بڑے بڑے شعرا کے نام گنوائے جاسکتے ہیں جن کی خوب صورت شاعری مظاہر فطرت کی دل فریب عکاس رہی ہے۔ تاہم مناظر فطرت سے ہم کلام ہونا، ان کی زبان بن جانا اور پند و نصائح کی شکل میں اسے عام آدمی تک پہنچانا علامہ اقبال کا ہی خاصہ ہے۔

رومانوی شعرا ماضی کی عظمت اور اساطیری روایات سے عشق رکھتے ہیں۔اقبال نے بھی اسلامی ماضی کی روحانی و تہذیبی عظمت کو اپنی شاعری میں زندہ کی۔اقبال اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں فطرت کا حیرت سے مشاہدہ کرتے ہوئے اس کے اسرار جاننے کی سعی میں سرگرداں نظر آتے ہیں، لیکن یورپ سے واپسی پر اقبال کی رومانیت کا ایک اور زاویہ سامنے آتا ہے۔اس دور میں وہ رومانوی انداز میں ماضی کی عظمتوں کو اجاگر کرتے ہوئے مسلمان قوم کو عمل و جدوجہد پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلمانانِ ہند کے زوال اور غلامی کے پس منظر میں اقبال نے جب اپنی قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی تو وہ اکثر ماضی کے درخشاں ادوار یعنی خلافتِ راشدہ، اندلس، بغداد اور ہند میں مسلمانوں کے عروج کا ذکر کرتے ہیں۔

یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے (۱۱)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

ماخذ تحقیقی مجلّہ

اقبال کے نزدیک ماضی صرف ایک یادگار نہیں بلکہ ایک قوتِ محرکہ ہے جو ملت کو از سرِنو بیدار کر سکتی ہے۔اسی لیے اقبال نے اپنی کئی نظموں میں مسلمانوں کے عہدِ عروج کا ذکر کیا اور ان کی تہذیبی، علمی اور روحانی عظمت کو شعری پیکر عطا کیا۔ بقول محمد حسن :

> "رومان نگاروں نے ماضی کے اساطیر کو بڑی عقیدت سے اجاگر کیا۔ماضی سے یہ وابستگی کئی صورتوں میں ظاہر ہوئی، کہیں قدیم ہیرو اور عہدِ رفتہ کے کرداروں اور داستانوں کی صورت میں، کہیں پرانی دیومالا اور تلمیحوں کے احیاء کی صورت میں، کہیں قدیم تاریخ سے دل بستگی کی صورت میں" (۱۲)

اقبال نے بھی قرآن کریم میں مذکور اشخاص اور واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ماضی کا ذکر کیا ہے۔ خصوصاً انبیائے کرام کی سیرت و کردار کو اپنے رومانی خیالات کی ترویج کا ذریعہ بنایا اور ایک نئی دنیا تخلیق کی۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ اقبال نے اپنے تخیل سے عظمت رفتہ کو از سرِنو زندہ کیا اور مسلمانوں کی شجاعت کے کارنامے رومانوی انداز میں پیش کیے۔

رومانوی شاعری میں عشق زندگی کی متحرک قوت کے طور پر سامنے آتا ہے۔اقبال کے ہاں عشق محض جذباتی واردات نہیں، بلکہ ایک کائناتی اور تخلیقی توانائی ہے۔اقبال کے ہاں عشق ایک بنیادی اور ہمہ گیر تصور ہے جو ان کی پوری شاعری اور فکر کا مرکزی محور ہے۔اقبال نے عشق کو ایک ایسی تخلیقی اور روحانی قوت کے طور پر پیش کیا ہے جو انسان کو کائنات پر غالب آنے، خدا سے قریب ہونے اور اپنی ذات کی تکمیل کی راہ دکھاتی ہے۔

عقل عیار ہے، سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ مُلا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم" (۱۳)

اقبال کے نزدیک عقل انسان کو دلیل تک لے جاتی ہے، مگر عشق اُسے حقیقت کے مکاشفے تک پہنچاتا ہے۔اس لیے اقبال عشق کو عقل پر فوقیت دیتے ہیں۔ان کے نزدیک عقل محدود ہے، دلیل اور مصلحت تک مقید رہتی ہے، جب کہ عشق لا محدود اور انقلابی قوت ہے جو انسان کو غیر معمولی حوصلہ، یقین اور عمل عطا کرتا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

ماخذ تحقیقی مجلّہ

عشق کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات
علم مقامِ صفات، عشق تماشائے ذات (۱۴)

پیام مشرق" کی نظم "عشق" میں اقبال نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عقل کوشش کے باوجود زندگی کا کوئی راز عیاں کرنے سے قاصر ہے۔ اور عشق اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ نظم "نقش فرنگ" میں بھی اقبال نے اس کی وضاحت کی ہے کہ عقل انسانوں کو گمراہ کرتی ہے۔ زندگی کی گہرائیاں اس کی دسترس سے باہر نہ ہوتیں لیکن اس نے اپنے آپ کو محدود کر لیا۔ عقل اگر انسانی وجود کی گہرائیوں کا احاطہ کر لیتی تو عرفان رب بھی اس کو حاصل ہو سکتا تھا۔

اقبال کے نزدیک عشق کی اصل قوت اللہ کی محبت ہے۔ یہ عشق انسان کو اپنی محدودیت سے نکال کر لامحدود ذات سے جوڑ دیتا ہے۔ یہی عشق آدم کو مسجودِ ملائک بناتا ہے اور انسان کو "اشرف المخلوقات" کے مرتبے تک پہنچاتا ہے۔ اقبال کی نظمیں "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" اس کی بہترین مثالیں ہیں جن میں اقبال نے مکالماتی انداز میں شاعر اور خدا کے درمیان گفتگو کے ذریعے قوم کی حالتِ زار اور اس کے اسباب کی نشان دہی کی ہے اور ساتھ میں قوم کو دینِ اسلام پر کاربند رہنے اور حضرت محمدؐ سے وفاداری کو دین و دنیا میں کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ عشق حقیقی کے علاوہ اقبال کے عشق کا ایک اور بنیادی محور نبی کریمؐ کی ذات مبارک تھی۔ نظم "حضور رسالتِ مآب میں" میں اقبال روحانی طور پر نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہاں پر اقبال اور حضورؐ کے درمیان مکالماتی انداز نمایاں ہے جو اقبال کی رومانویت کی اعلیٰ مثال ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال کے مطابق:

"اقبال کے عشق کا سرچشمہ عشقِ رسولؐ ہے، جو ان کی فکری اور جذباتی دنیا کو منظم کرتا ہے"(۱۵)

اقبال کے ہاں عشق محض رومانوی جذبہ نہیں بلکہ ایک انقلابی، تخلیقی اور الٰہی قوت ہے جو انسان کو خودی کی معراج، کائنات کی تسخیر، عشقِ رسولؐ سے سرشاری اور خدا سے قرب کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ عشق کا جذبہ ہی ہے جو فرد، ملت اور کائنات کو نئی روحانی و تہذیبی زندگی عطا کرتا ہے۔

ماخذ تحقیقی مجلّہ
ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

کلامِ اقبال میں تخیل کی پرواز رومانویت کے اہم پہلوؤں میں سے ایک ہے۔وہ زمان و مکان سے نکل کر کائنات کے سربستہ رازوں تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ان کے کلام میں ستاروں، سیاروں اور لامحدود جہانوں تک رسائی رومانوی تخیل کی عمدہ مثال ہے۔

"ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں" (۱۶)

یہاں تخیل کی پرواز انسان کو موجودہ دائرہ سے نکال کر لامحدود امکانات کی طرف لے جاتی ہے، جو رومانوی تخیلِ پرواز کی معراج ہے۔اقبال کے ہاں تخیل کی بنا پر ملائکہ، رضوان، پیرِ گردوں، انبیاء، اولیاء، اسلامی مشاہیر سب زندہ کرداروں کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ مثلاً فارسی مثنوی "جاوید نامہ" میں اقبال مولانا رومی کی رہنمائی میں روحانی سفر پر نکلتے ہیں اور مختلف آسمانی مخلوقات اور روحانی ہستیوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ یہ شخصیات انسانیت کو پیغام دیتی ہیں کہ علم، عشق، خودی، آزادی اور عمل کس طرح قوموں کی تقدیر بدلتے ہیں۔

اقبال کے ہاں رومانوی فکر سے کئی حقیقی اور تصوراتی کردار سامنے آتے ہیں ۔اقبال کے تخلیق کردہ کرداروں میں مردِ مومن کا کردار اقبال کی رومانیت کا نمائندہ اور مثالی کردار ہے جس میں ایمان، خودی، عمل، عشقِ رسولؐ اور دلیری کا امتزاج پایا ہے۔اقبال نے مردِ مومن کے مثبت رومانی اوصاف ابھارنے کے لیے ابلیس کے منفی کردار سے بنیادی کام لیا ہے۔ان کے کلام میں مردِ مومن اور ابلیس کے کردار خیر اور شر، عشق اور عقلِ محض، روحانیت اور مادیت کے مابین ابدی کشمکش کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر رومانوی تخیل عموماً جمالیاتی تسکین یا خواب و خیال کی صورت اختیار کرتا ہے، مگر اقبال کا تخیل عملی اور مقصدی ہے۔وہ خواب دکھاتے ہیں لیکن خواب کو حقیقت بنانے کی دعوت بھی دیتے ہیں۔اس طرح ان کا تخیل رومانوی روایت کو اسلامی فکری تناظر میں نئی جہت عطا کرتا ہے۔

رومانویت کا ایک اور نمایاں پہلو فرد کی انفرادیت اور آزادیِ اظہار ہے۔اقبال کے نزدیک بھی انسان محض ایک مقلد یا تابع نہیں بلکہ خلاق اور خود مختار ہستی ہے۔ان کی مشہور اصطلاح "خودی" دراصل فرد کی اسی تخلیقی اور آزادانہ صلاحیت کا مظہر ہے۔اقبال کے نزدیک غلام قوم اپنی جوہرِ خودی سے محروم رہتی ہے اور اسے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقع نہیں ملتا۔

ماخذ تحقیقی مجلّہ
ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جُوئے کم آب
اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی(۱۷)

اقبال جب قوم کو جمود، زوال اور سیاسی غلامی میں جکڑا ہوا دیکھتے ہیں تو ان کے ہاں رومانوی کیفیت احتجاج کی صورت میں اظہار پاتی ہے اور رومانوی احتجاج کا یہ رویہ فرد کو غلامی سے سے نکال کر آزادی اور انفرادیت کی طرف لے جاتا ہے۔اس کے علاوہ اقبال نے سرمایہ دارانہ نظام اور مغرب کی مادیت پر بھی تنقید کی ہے۔وہ مغربی تہذیب کی اندھی تقلید پر سراپا احتجاج نظر آتے ہیں:

تُو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن، اندرُوں چنگیز سے تاریک تر (۱۸)

اقبال کے کلام میں فرد کی آزادی اور احتجاجی رویہ رومانویت کی روح سے ہم آہنگ ہے، مگر اس کا منبع مغربی رومانویت کی طرح صرف جذباتی نہیں بلکہ روحانی اور ایمانی ہے۔ان کا رومانوی فرد عشق، خودی اور عمل کے ذریعے اپنی تقدیر خود لکھتا ہے اور ظلم و جبر کے خلاف احتجاج کو اپنا فریضہ سمجھتا ہے۔اقبال مشرقی اقوام کی محکومی کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں، اور فرد کو خودی کے ذریعے غلامی کی زنجیریں توڑنے کا پیغام دیتے ہیں۔

کلامِ اقبال میں رومانویت کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اقبال کی رومانیت محض حسنِ فطرت اور جمالیاتی تخیل تک محدود نہیں، بلکہ اس میں فکری پختگی،روحانی بلندی اور ملی شعور کا رنگ نمایاں ہے۔رومانویت کا بنیادی جوہر،یعنی فرد کی آزادی، وجدان، تخیل، حسنِ فطرت سے محبت اور ماضی کی عظمت سے عقیدت،اقبال کے یہاں ایک اسلامی و مشرقی روح کے ساتھ جلوہ گر ہے۔انہوں نے مغربی رومانیت کے انحطاطی پہلوؤں جیسے مایوسی، انفعال اور محض جذباتی وابستگی سے گریز کیا اور اس کی جگہ عمل، امید اور تعمیرِ خودی کا پیغام دیا۔ ان کی شاعری میں گہرے فلسفیانہ افکار رومانیت کو مقصدیت عطا کرتے ہیں اور رومانیت کا یہ زاویہ بہت کم شعرا کے ہاں ملتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد حسن، اردو ادب میں رومانوی تحریک، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۱۹۵۵، ص ۱۱
۲۔ ایضاً، ص ۱۰

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 6, Issue 3, (July to Sep 2025)
https://doi.org/10.47205/makhz.2025(6-III)urdu-32

ماخذ تحقیقی مجلّہ

۳۔ایضاً،ص ۱۴

۴۔ڈاکٹر انور سدید،اردو ادب کی تحریکیں،دہلی،۲۰۰۴،ص ۸۵

۵۔حقانی القاسمی، مضمون" مغربی دریچے سے رومانوی ہوائیں"، مشمولہ " بادۂ مغرب از شبنم گورکھپوری،دہلی ، ۲۰۱۶،ص ۱۳

۶۔ڈاکٹر انور سدید،اردو ادب کی تحریکیں،ص ۳۹

۷۔اقبال،بانگِ درا(کلیاتِ اقبال اردو)لاہور،س۔ن،ص ۱۰

۸ - DRB Dr, Robina Yasmeen Mixture Of Nature In The Evolution Of Iqbal's Poetry
Rekhta 3 (No: 2), 85-97
https://rekhta.su.edu.pk/article/251

۹۔اقبال،بانگِ درا(کلیاتِ اقبال اردو)،ص ۸۹

۱۰۔ایضاً،ص ۱۴۴،

۱۱۔ایضاً،ص ۱۴۸

۱۲۔محمد حسن،اردو ادب میں رومانوی تحریک،ص ۱۸

۱۳۔اقبال،بالِ جبریل(کلیاتِ اقبال اردو)ص ۴۹

۱۴۔اقبال،ضربِ کلیم،(کلیاتِ اقبال اردو)ص ۲۰

۱۵۔جاوید اقبال،زندہ رود،جلد دوم ،لاہور،۲۰۰۴،ص ۲۳۱

۱۶۔بالِ جبریل،ص ۴۹

۱۷۔بانگِ درا،ص ۱۹۹

۱۸۔ارمغانِ حجاز،ص ۱۵۵